تنویر احمد
سکالر ایم فل اردو رفاہ یونیورسٹی فیصل آباد کیمپس

Tanweer Ahmad
Scholar MPhil Urdu Riphah University Faisalabad Campus

علامہ شبلی نعمانی کی مکتوب نگاری

Letter Writing of Allama Shibli Nomani

Abstract:

Allama Shibli Nomani was a famous historian of the subcontinent. His letters to different personalities like Sir Syed Ahmad Khan, Nawab Mehdi Ali and Molana Habiburrehman Sherwani etc are a master piece in themselves. His letters are written in a comprehensive, lucid and scholarly language. He discussed social, political, educational and scholarly matters in his letters. Some of his letters are romantic. His language is literary, simple and full of sincerity.

Keywords: Shibli Nomani, Sir Syed, romance, letter writing, diction, style,

کلیدی الفاظ: شبلی نعمانی، سر سید، رومان، مکتوب نگاری، اسلوب

علامہ شبلی اُردو زبان کے بہترین مکتوب نگاروں میں سے ہیں۔ وہ مکتوب نگاری کے میدان میں ہمیشہ یاد رکھے جائیں گے۔ ان کے مکاتیب کے جو دو مجموعے دارالمصنفین نے شائع کیے ہیں، اُن میں بھی ایک خاص شان اور خوبی ہے اور وہ شبلی کے رنگ انشاء پردازی اور ایجاز کے نہایت خوشگوار نمونے ہیں، لیکن ان میں ایک طرح کا عالمانہ تصنع اور آورد ہے۔ یوں تو بلادِ پُورب کی وضع دار اور باتکلّف سرزمین سے دورِ حاضر میں جتنے خطوط لکھنے والے پیدا ہوئے ہیں (مثلاً مہدی حسن، نیاز فتح پوری) ان میں سے (دوسری بڑی ادبی خوبیوں کے باوجود) کسی کے خطوط بھی بے تکلّف اور قدرتی نہیں۔ لیکن شبلی کی احتیاطِ قلم کی ایک خاص وجہ تھی۔ انہیں شروع سے ہی اپنی قابلیت اور صلاحیتوں پر اس طرح کا اعتماد تھا کہ وہ اپنے خطوط قلم سنبھال کر اور دل لگا کر لکھتے تھے۔ وہ ابھی بیس برس کے ہیں اور دس روپے کی محافظی کے لیے ہاتھ پاؤں مار رہے ہیں۔ لیکن خط لکھیں گے تو فارسی میں۔ اور آخر میں کہیں گے "نامہ رانگاہ دارید۔ چنانچہ ان کے اس زمانے کے بعض خطوط محفوظ ہیں۔ مولانا کی اس خصوصیت نے ان کے مکاتیب میں ایک ادبی شان پیدا کر دی ہے۔ لیکن ظاہر ہے کہ ان میں وہ بے تکلّفی اور انتہائی خلوص نہیں، جو خطوطِ شبلی کا زیور ہے، جن کی نسبت مولانا کو کبھی اس بات کا گمان نہ ہو گا کہ ان کی اشاعت کی نوبت آجائے گی۔ مولانا شبلی نے جب مکتوب نگاری شروع کی تو ان کے سامنے اُردو خطوط نویسی کے تین نمونے موجود تھے۔ غالب کے خطوط، سر سید احمد خان کے خطوط اور مختلف شخصیتوں کو لکھے گئے خطوط۔ علامہ شبلی نعمانی نے جن ہستیوں کو خطوط لکھے ان خطوط کی تفصیل درج ذیل ہے:

ا۔ سر سید احمد خان کے نام	از قسطنطنیہ	۲۵ مئی ۱۸۹۲ء
۲۔ سر سید احمد خان کے نام	از قسطنطنیہ	۱۰ جون ۱۸۹۲ء
۳۔ سر سید احمد خان کے نام	اعظم گڑھ	۱۰ ستمبر ۱۸۹۵ء
۴۔ محسن الملک نواب مہدی علیخان مرحوم کے نام	اعظم گڑھ	۱۵ ستمبر ۱۸۹۴ء
۵۔ محسن الملک نواب مہدی علیخان مرحوم کے نام	اعظم گڑھ	۱۹ مارچ ۱۹۰۵ء
۶۔ شیخ حبیب اللہ صاحب کے نام	اعظم گڑھ	۲۵ مئی ۱۸۸۷ء
۷۔ شیخ حبیب اللہ صاحب کے نام	قسطنطنیہ	۵ جولائی ۱۸۹۲ء
۸۔ شیخ حبیب اللہ صاحب کے نام	قسطنطنیہ	۱۵ جولائی ۱۸۹۲ء
۹۔ شیخ حبیب اللہ صاحب کے نام	قسطنطنیہ	۱۹ جولائی ۱۸۹۲ء
۱۰۔ شیخ حبیب اللہ صاحب کے نام	قسطنطنیہ	۱۲ اگست ۱۸۸۶ء
۱۱۔ شیخ حبیب اللہ صاحب کے نام	قسطنطنیہ	۲۵ اگست ۱۸۸۶ء
۱۲۔ شیخ حبیب اللہ صاحب کے نام	قسطنطنیہ	۲ دسمبر ۱۸۹۱ء
۱۳۔ مامون کے نام	قسطنطنیہ	۱۲ دسمبر ۱۸۹۵ء
۱۴۔ مسٹر محمد اسحاق صاحب بی اے ایل ایل بی کے نام	قسطنطنیہ	۱۴ جنوری ۱۸۸۸ء
۱۵۔ مسٹر محمد اسحاق صاحب بی اے ایل ایل بی کے نام	علی گڑھ	۴/۶ جولائی ۱۸۹۱ء
۱۶۔ مسٹر محمد اسحاق صاحب بی اے ایل ایل بی کے نام	علی گڑھ	۱۱ اپریل ۱۸۹۳ء
۱۷۔ مسٹر محمد اسحاق صاحب بی اے ایل ایل بی کے نام	علی گڑھ	۲۴ اکتوبر ۱۸۹۲ء
۱۸۔ مسٹر محمد اسحاق صاحب بی اے ایل ایل بی کے نام	علی گڑھ	۲۲ جولائی ۱۸۹۹ء
۱۹۔ مسٹر محمد اسحاق صاحب بی اے ایل ایل بی کے نام	علی گڑھ	۵ جولائی ۱۸۹۹ء
۲۰۔ مسٹر محمد اسحاق صاحب بی اے ایل ایل بی کے نام	علی گڑھ	۱۱ اگست ۱۸۹۹ء
۲۱۔ مسٹر محمد اسحاق صاحب بی اے ایل ایل بی کے نام	اعظم گڑھ	۵ مئی ۱۹۰۰ء
۲۲۔ مسٹر محمد اسحاق صاحب بی اے ایل ایل بی کے نام	اعظم گڑھ	۸ جون ۱۹۰۰ء
۲۳۔ مسٹر محمد اسحاق صاحب بی اے ایل ایل بی کے نام	اعظم گڑھ	۱۰ جون ۱۹۰۰ء
۲۴۔ مسٹر محمد اسحاق صاحب بی اے ایل ایل بی کے نام	نیونا گپاڑہ۔ روڈ	۱۳ جولائی ۱۹۱۰ء
۲۵۔ مسٹر محمد اسحاق صاحب بی اے ایل ایل بی کے نام	ایضاً	۱۳ جولائی ۱۹۱۰ء
۲۶۔ مسٹر محمد اسحاق صاحب بی اے ایل ایل بی کے نام	حیدرآباد	۸ دسمبر ۱۹۱۳ء
۲۷۔ مولوی حکیم محمد عمر صاحب کے نام	حیدر آباد	۲ مارچ ۱۸۸۶ء
۲۸۔ مولوی حکیم محمد عمر صاحب کے نام	حیدر آباد	۲۷ نومبر ۱۸۹۰ء

۲۹۔ مولوی حکیم محمد عمر صاحب کے نام	حیدر آباد	۱۴اپری۱۸۹۸ء
۳۰۔ مولوی محمد سمیع اللہ صاحب کے نام	حیدر آباد	۲۸اپریل۱۸۸۱ء
۳۱۔ مولوی محمد سمیع اللہ صاحب کے نام	علی گڑھ	۱۹ستمبر۱۸۸۳ء
۳۲۔ مولوی محمد سمیع اللہ صاحب کے نام	علی گڑھ	۱۲اپریل۱۸۸۳ء
۳۳۔ مولوی محمد سمیع اللہ صاحب کے نام	علی گڑھ	۲۶جنوری۱۸۸۴ء
۳۴۔ مولوی محمد سمیع اللہ صاحب کے نام	علی گڑھ	۸فروری۱۸۸۴ء
۳۵۔ مولوی محمد سمیع اللہ صاحب کے نام	علی گڑھ	۲۲فروری۱۸۸۴ء
۳۶۔ مولوی محمد سمیع اللہ صاحب کے نام	علی گڑھ	۹اپریل۱۸۸۴ء
۳۷۔ مولوی محمد سمیع اللہ صاحب کے نام	علی گڑھ	۲۴اپریل۱۸۸۴ء
۳۸۔ مولوی محمد سمیع اللہ صاحب کے نام	علی گڑھ	۲۷نومبر۱۸۸۴ء
۳۹۔ مولوی محمد سمیع اللہ صاحب کے نام	علی گڑھ	۵فروری۱۸۸۵ء
۴۰۔ مولوی محمد سمیع اللہ صاحب کے نام	علی گڑھ	۲۵مارچ۱۸۸۶ء
۴۱۔ مولوی محمد سمیع اللہ صاحب کے نام	علی گڑھ	۱۶اگست۱۸۸۵ء
۴۲۔ مولوی محمد سمیع اللہ صاحب کے نام	علی گڑھ	۲۸فروری۱۸۸۶ء
۴۳۔ مولوی محمد سمیع اللہ صاحب کے نام	علی گڑھ	۱۴فروری۱۸۸۶ء
۴۴۔ مولوی محمد سمیع اللہ صاحب کے نام	علی گڑھ	۱۶مارچ۱۸۸۶ء
۴۵۔ مولوی محمد سمیع اللہ صاحب کے نام	علی گڑھ	۱۴دسمبر۱۸۸۶ء
۴۶۔ مولوی محمد سمیع اللہ صاحب کے نام	علی گڑھ	۱۶جون۱۸۸۶ء
۴۷۔ مولوی محمد سمیع اللہ صاحب کے نام	علی گڑھ	۸مئی۱۸۸۷ء
۴۸۔ مولوی محمد سمیع اللہ صاحب کے نام	علی گڑھ	۱۷جولائی۱۸۸۷ء
۴۹۔ مولوی محمد سمیع اللہ صاحب کے نام	علی گڑھ	۱۱دسمبر۱۸۸۹ء
۵۰۔ مولوی محمد سمیع اللہ صاحب کے نام	علی گڑھ	۸دسمبر۱۸۹۰ء
۵۱۔ مولوی محمد سمیع اللہ صاحب کے نام	علی گڑھ	۱۲دسمبر۱۸۹۱ء
۵۲۔ مولوی محمد سمیع اللہ صاحب کے نام	علی گڑھ	۱۳جنوری۱۸۹۲ء
۵۳۔ مولوی محمد سمیع اللہ صاحب کے نام	علی گڑھ	۴فروری۱۸۹۲ء
۵۴۔ مولوی محمد سمیع اللہ صاحب کے نام	علی گڑھ	یکم اپریل۱۸۹۲ء
۵۵۔ مولوی محمد سمیع اللہ صاحب کے نام	علی گڑھ	۱۵اپریل۱۸۹۲ء
۵۶۔ مولوی محمد سمیع اللہ صاحب کے نام	علی گڑھ	۳۱جولائی۱۸۹۲ء

۵۷۔ مولوی محمد سمیع اللہ صاحب کے نام	علی گڑھ	۲۶ مارچ ۱۸۹۳ء
۵۸۔ مولوی محمد سمیع اللہ صاحب کے نام	علی گڑھ	۱۱ اپریل ۱۸۹۳ء
۵۹۔ مولوی محمد سمیع اللہ صاحب کے نام	علی گڑھ	۱ فروری ۱۸۹۴ء
۶۰۔ مولوی محمد سمیع اللہ صاحب کے نام	اعظم گڑھ	۲ جولائی ۱۸۹۷ء
۶۱۔ مولوی محمد سمیع اللہ صاحب کے نام	اعظم گڑھ	۳۱ جولائی ۱۸۹۷ء
۶۲۔ مولوی محمد سمیع اللہ صاحب کے نام	اعظم گڑھ	۱۳ اگست ۱۸۹۷ء
۶۳۔ مولوی محمد سمیع اللہ صاحب کے نام	اعظم گڑھ	۱۱ نومبر ۱۸۹۷ء
۶۴۔ مولوی محمد سمیع اللہ صاحب کے نام	اعظم گڑھ	۲۴ نومبر ۱۸۹۷ء
۶۵۔ مولوی محمد سمیع اللہ صاحب کے نام	اعظم گڑھ	۶ دسمبر ۱۸۹۷ء
۶۶۔ مولوی محمد سمیع اللہ صاحب کے نام	اعظم گڑھ	۱۲ اپریل ۱۹۰۱ء
۶۷۔ مولوی محمد سمیع اللہ صاحب کے نام	حیدر آباد	۱۷ جون ۱۹۰۱ء
۶۸۔ مولوی محمد سمیع اللہ صاحب کے نام	حیدر آباد	۱۰ اکتوبر ۱۹۰۱ء
۶۹۔ مولوی محمد سمیع اللہ صاحب کے نام	حیدر آباد	۵ فروری ۱۹۰۲ء
۷۰۔ مولوی محمد سمیع اللہ صاحب کے نام	حیدر آباد	۲۸ اپریل ۱۹۰۲ء
۷۱۔ مولوی محمد سمیع اللہ صاحب کے نام	حیدر آباد	۷ نومبر ۱۹۰۳ء
۷۲۔ مولوی محمد سمیع اللہ صاحب کے نام	اعظم گڑھ	۵ فروری ۱۹۰۵ء
۷۳۔ مولوی محمد سمیع اللہ صاحب کے نام	اعظم گڑھ	۲۷ جنوری ۱۹۱۰ء
۷۴۔ مولوی محمد سمیع اللہ صاحب کے نام	اعظم گڑھ	۷ جنوری ۱۹۱۳ء
۷۵۔ مولوی محمد سمیع اللہ صاحب کے نام	اعظم گڑھ	۱ ستمبر ۱۹۱۳ء
۷۶۔ مولوی محمد سمیع اللہ صاحب کے نام	لکھنؤ	۲ جنوری ۱۹۱۴ء
۷۷۔ مولانا حبیب الرحمٰن خان صاحب شروانی رئیس بھیکم پور (علی گڑھ) کے نام	لکھنؤ	۸ فروری ۱۸۹۹ء
۷۸۔ مولانا حبیب الرحمٰن خان صاحب شروانی کے نام	لکھنؤ	۱۵ فروری ۱۸۹۹ء
۷۹۔ مولانا حبیب الرحمٰن خان صاحب شروانی کے نام	لکھنؤ	۱۸ اپریل ۱۸۹۹ء
۸۰۔ مولانا حبیب الرحمٰن خان صاحب شروانی کے نام	لکھنؤ	۸ مئی ۱۸۹۹ء
۸۱۔ مولانا حبیب الرحمٰن خان صاحب شروانی کے نام	لکھنؤ	۱۰ مئی ۱۸۹۹ء
۸۲۔ مولانا حبیب الرحمٰن خان صاحب شروانی کے نام	لکھنؤ	۱۸ مئی ۱۸۹۹ء
۸۳۔ مولانا حبیب الرحمٰن خان صاحب شروانی کے نام	لکھنؤ	۱۱ جون ۱۸۹۹ء

۸۴۔ مولانا حبیب الرحمٰن خان صاحب شروانی کے نام	لکھنؤ	۲۵جولائی۱۸۹۹ء
۸۵۔ مولانا حبیب الرحمٰن خان صاحب شروانی کے نام	لکھنؤ	۵جولائی۱۸۹۹ء
۸۶۔ مولانا حبیب الرحمٰن خان صاحب شروانی کے نام	لکھنؤ	۱۰جولائی۱۸۹۹ء
۸۷۔ مولانا حبیب الرحمٰن خان صاحب شروانی کے نام	لکھنؤ	۱۶جولائی۱۸۹۹ء
۸۸۔ مولانا حبیب الرحمٰن خان صاحب شروانی کے نام	لکھنؤ	۲۶جولائی۱۸۹۹ء
۸۹۔ مولانا حبیب الرحمٰن خان صاحب شروانی کے نام	لکھنؤ	۷اگست۱۸۹۹ء
۹۰۔ مولانا حبیب الرحمٰن خان صاحب شروانی کے نام	لکھنؤ	۱۸ستمبر۱۸۹۹ء
۹۱۔ مولانا حبیب الرحمٰن خان صاحب شروانی کے نام	لکھنؤ	۲۸ستمبر۱۸۹۹ء
۹۲۔ مولانا حبیب الرحمٰن خان صاحب شروانی کے نام	لکھنؤ	۱۳اکتوبر۱۸۹۹ء
۹۳۔ مولانا حبیب الرحمٰن خان صاحب شروانی کے نام	لکھنؤ	۱۰دسمبر۱۸۹۹ء
۹۴۔ مولانا حبیب الرحمٰن خان صاحب شروانی کے نام	لکھنؤ	۱۴مئی۱۹۰۰ء
۹۵۔ مولانا حبیب الرحمٰن خان صاحب شروانی کے نام	لکھنؤ	۱۹ جولائی۱۹۰۰ء
۹۶۔ مولانا حبیب الرحمٰن خان صاحب شروانی کے نام	لکھنؤ	۷اگست۱۹۰۰ء
۹۷۔ مولانا حبیب الرحمٰن خان صاحب شروانی کے نام	لکھنؤ	۲۵مئی۱۹۰۱ء
۹۸۔ مولانا حبیب الرحمٰن خان صاحب شروانی کے نام	لکھنؤ	۲۷جون۱۹۰۱ء
۹۹۔ مولانا حبیب الرحمٰن خان صاحب شروانی کے نام	لکھنؤ	۲۷اگست۱۹۰۱ء
۱۰۰۔ مولانا حبیب الرحمٰن خان صاحب شروانی کے نام	لکھنؤ	۸ستمبر۱۹۰۱ء
۱۰۱۔ مولانا حبیب الرحمٰن خان صاحب شروانی کے نام	لکھنؤ	۷اکتوبر۱۹۰۱ء
۱۰۲۔ مولانا حبیب الرحمٰن خان صاحب شروانی کے نام	لکھنؤ	۶نومبر۱۹۰۱ء
۱۰۳۔ مولانا حبیب الرحمٰن خان صاحب شروانی کے نام	لکھنؤ	۱۹جنوری۱۹۰۶ء
۱۰۴۔ مولانا حبیب الرحمٰن خان صاحب شروانی کے نام	لکھنؤ	۲۲جنوری۱۹۰۲ء
۱۰۵۔ مولانا حبیب الرحمٰن خان صاحب شروانی کے نام	حیدر آباد	۱۴مارچ۱۹۰۲ء
۱۰۶۔ مولانا حبیب الرحمٰن خان صاحب شروانی کے نام	حیدر آباد	۱۸اپریل۱۹۰۲ء
۱۰۷۔ مولانا حبیب الرحمٰن خان صاحب شروانی کے نام	حیدر آباد	۲۵اپریل۱۹۰۶ء
۱۰۸۔ مولانا حبیب الرحمٰن خان صاحب شروانی کے نام	حیدر آباد	۲۴اگست۱۹۰۲ء
۱۰۹۔ مولانا حبیب الرحمٰن خان صاحب شروانی کے نام	حیدر آباد	۵ستمبر۱۹۰۲ء
۱۱۰۔ مولانا حبیب الرحمٰن خان صاحب شروانی کے نام	حیدر آباد	۶ستمبر۱۹۰۲ء
۱۱۱۔ مولانا حبیب الرحمٰن خان صاحب شروانی کے نام	حیدر آباد	۸نومبر۱۹۰۲ء

۱۱۲۔ مولانا حبیب الرحمٰن خان صاحب شروانی کے نام	حیدر آباد	۱۴نومبر ۱۹۰۲ء
۱۱۳۔ مولانا حبیب الرحمٰن خان صاحب شروانی کے نام	حیدر آباد	۱۹دسمبر ۱۹۰۲ء
۱۱۴۔ مولانا حبیب الرحمٰن خان صاحب شروانی کے نام	حیدر آباد	۲۲جون ۱۹۰۳ء
۱۱۵۔ مولانا حبیب الرحمٰن خان صاحب شروانی کے نام	حیدر آباد	۹جولائی ۱۹۰۳ء
۱۱۶۔ مولانا حبیب الرحمٰن خان صاحب شروانی کے نام	حیدر آباد	۱۳ستمبر ۱۹۰۳ء
۱۱۷۔ مولانا حبیب الرحمٰن خان صاحب شروانی کے نام	حیدر آباد	۱۲جنوری ۱۹۰۴ء
۱۱۸۔ مولانا حبیب الرحمٰن خان صاحب شروانی کے نام	حیدر آباد	۵نومبر ۱۹۰۶ء
۱۱۹۔ مولانا حبیب الرحمٰن خان صاحب شروانی کے نام	حیدر آباد	۱۶نومبر ۱۹۰۶ء
۱۲۰۔ مولانا حبیب الرحمٰن خان صاحب شروانی کے نام	حیدر آباد	۴مارچ ۱۹۰۷ء
۱۲۱۔ مولانا حبیب الرحمٰن خان صاحب شروانی کے نام	حیدر آباد	۶مئی ۱۹۰۷ء
۱۲۲۔ مولانا حبیب الرحمٰن خان صاحب شروانی کے نام	حیدر آباد	۱۴مئی ۱۹۰۷ء
۱۲۳۔ مولانا حبیب الرحمٰن خان صاحب شروانی کے نام	حیدر آباد	۲۵مئی ۱۹۰۷ء
۱۲۴۔ مولانا حبیب الرحمٰن خان صاحب شروانی کے نام	حیدر آباد	۱۷جولائی ۱۹۰۷ء
۱۲۵۔ مولانا حبیب الرحمٰن خان صاحب شروانی کے نام	حیدر آباد	۱۵اکتوبر ۱۹۰۷ء
۱۲۶۔ مولانا حبیب الرحمٰن خان صاحب شروانی کے نام	حیدر آباد	۲۸اکتوبر ۱۹۰۷ء
۱۲۷۔ مولانا حبیب الرحمٰن خان صاحب شروانی کے نام	حیدر آباد	۹جنوری ۱۹۰۷ء
۱۲۸۔ مولانا حبیب الرحمٰن خان صاحب شروانی کے نام	حیدر آباد	۲۱جنوری ۱۹۰۸ء
۱۲۹۔ مولانا حبیب الرحمٰن خان صاحب شروانی کے نام	حیدر آباد	۳۰جنوری ۱۹۰۸ء
۱۳۰۔ مولانا حبیب الرحمٰن خان صاحب شروانی کے نام	حیدر آباد	۶فروری ۱۹۰۸ء
۱۳۱۔ مولانا حبیب الرحمٰن خان صاحب شروانی کے نام	حیدر آباد	۱۸فروری ۱۹۰۸ء
۱۳۲۔ مولانا حبیب الرحمٰن خان صاحب شروانی کے نام	حیدر آباد	۲۶فروری ۱۹۰۸ء
۱۳۳۔ مولانا حبیب الرحمٰن خان صاحب شروانی کے نام	حیدر آباد	۵مارچ ۱۹۰۸ء
۱۳۴۔ مولانا حبیب الرحمٰن خان صاحب شروانی کے نام	حیدر آباد	۲۵مارچ ۱۹۰۸ء
۱۳۵۔ مولانا حبیب الرحمٰن خان صاحب شروانی کے نام	حیدر آباد	۱۲جنوری ۱۹۰۹ء
۱۳۶۔ مولانا حبیب الرحمٰن خان صاحب شروانی کے نام	حیدر آباد	۲۹نومبر ۱۹۰۹ء
۱۳۷۔ مولانا حبیب الرحمٰن خان صاحب شروانی کے نام	حیدر آباد	۱۸جنوری ۱۹۱۰ء
۱۳۸۔ مولانا حبیب الرحمٰن خان صاحب شروانی کے نام	حیدر آباد	۸فروری ۱۹۱۰ء
۱۳۹۔ مولانا حبیب الرحمٰن خان صاحب شروانی کے نام	حیدر آباد	۱۰مارچ ۱۹۱۰ء

۱۴۰۔ مولانا حبیب الرحمٰن خان صاحب شروانی کے نام	حیدر آباد	۵ مئی ۱۹۱۰ء
۱۴۱۔ مولانا حبیب الرحمٰن خان صاحب شروانی کے نام	حیدر آباد	۲۵ مئی ۱۹۱۰ء
۱۴۲۔ مولانا حبیب الرحمٰن خان صاحب شروانی کے نام	حیدر آباد	۹ جون ۱۹۱۰ء
۱۴۳۔ مولانا حبیب الرحمٰن خان صاحب شروانی کے نام	حیدر آباد	۱۲ جون ۱۹۱۰ء
۱۴۴۔ مولانا حبیب الرحمٰن خان صاحب شروانی کے نام	حیدر آباد	۳۱ اگست ۱۹۱۰ء
۱۴۵۔ مولانا حبیب الرحمٰن خان صاحب شروانی کے نام	حیدر آباد	۲۹ ستمبر ۱۹۱۰ء
۱۴۶۔ مولانا حبیب الرحمٰن خان صاحب شروانی کے نام	حیدر آباد	۳۰ ستمبر ۱۹۱۰ء
۱۴۷۔ مولانا حبیب الرحمٰن خان صاحب شروانی کے نام	حیدر آباد	۲۷ اکتوبر ۱۹۱۰ء
۱۴۸۔ مولانا حبیب الرحمٰن خان صاحب شروانی کے نام	حیدر آباد	۱۵ نومبر ۱۹۱۰ء
۱۴۹۔ مولانا حبیب الرحمٰن خان صاحب شروانی کے نام	حیدر آباد	۶ فروری ۱۹۱۱ء
۱۵۰۔ مولانا حبیب الرحمٰن خان صاحب شروانی کے نام	حیدر آباد	۱۴ جون ۱۹۱۱ء
۱۵۱۔ مولانا حبیب الرحمٰن خان صاحب شروانی کے نام	حیدر آباد	۲۷ جولائی ۱۹۱۱ء
۱۵۲۔ مولانا حبیب الرحمٰن خان صاحب شروانی کے نام	حیدر آباد	۱۴ ستمبر ۱۹۱۱ء

(حصہ دوم)

۱۵۳۔ مولانا حمید الدین صاحب بی۔اے کے نام	حیدر آباد	۳۰ جون ۱۸۹۵ء
۱۵۴۔ مولانا حمید الدین صاحب بی۔اے کے نام	حیدر آباد	۱۸ نومبر ۱۸۹۶ء
۱۵۵۔ مولانا حمید الدین صاحب بی۔اے کے نام	حیدر آباد	۱۱ جولائی ۱۸۹۷ء
۱۵۶۔ مولانا حمید الدین صاحب بی۔اے کے نام	حیدر آباد	۴ فروری ۱۸۹۸ء
۱۵۷۔ مولانا حمید الدین صاحب بی۔اے کے نام	حیدر آباد	۱۷ فروری ۱۸۹۸ء
۱۵۸۔ مولانا حمید الدین صاحب بی۔اے کے نام	حیدر آباد	۱۶ اپریل ۱۸۹۸ء
۱۵۹۔ مولانا حمید الدین صاحب بی۔اے کے نام	حیدر آباد	۳۱ جولائی ۱۸۹۸ء
۱۶۰۔ مولانا حمید الدین صاحب بی۔اے کے نام	علی گڑھ	۹ نومبر ۱۸۹۸ء
۱۶۱۔ مولانا حمید الدین صاحب بی۔اے کے نام	علی گڑھ	۳ دسمبر ۱۸۹۸ء
۱۶۲۔ مولانا حمید الدین صاحب بی۔اے کے نام	علی گڑھ	۳ جولائی ۱۸۹۹ء
۱۶۳۔ مولانا حمید الدین صاحب بی۔اے کے نام	علی گڑھ	۱۰ دسمبر ۱۸۹۹ء
۱۶۴۔ مولانا حمید الدین صاحب بی۔اے کے نام	علی گڑھ	۱۸ جولائی ۱۹۰۰ء
۱۶۵۔ مولانا حمید الدین صاحب بی۔اے کے نام	علی گڑھ	۲۲ فروری ۱۹۰۱ء
۱۶۶۔ مولانا حمید الدین صاحب بی۔اے کے نام	حیدر آباد	۲۲ فروری ۱۹۰۲

۱۶۷۔ مولانا حمید الدین صاحب بی۔ اے کے نام	ایضاً	۹مارچ ۱۹۰۳ء
۱۶۸۔ مولانا حمید الدین صاحب بی۔ اے کے نام	حیدر آباد	۱۱اپریل ۱۹۰۳ء
۱۶۹۔ مولانا حمید الدین صاحب بی۔ اے کے نام	حیدر آباد	۱جون ۱۹۰۳ء
۱۷۰۔ مولانا حمید الدین صاحب بی۔ اے کے نام	حیدر آباد	۱۷جون ۱۹۰۳ء
۱۷۱۔ مولانا حمید الدین صاحب بی۔ اے کے نام	حیدر آباد	۱۳جولائی ۱۹۰۳ء
۱۷۲۔ مولانا حمید الدین صاحب بی۔ اے کے نام	حیدر آباد	۲۵جنوری ۱۹۰۴ء
۱۷۳۔ مولانا حمید الدین صاحب بی۔ اے کے نام	حیدر آباد	۱۵فروری ۱۹۰۴ء
۱۷۴۔ مولانا حمید الدین صاحب بی۔ اے کے نام	حیدر آباد	۱۸فروری ۱۹۰۴ء
۱۷۵۔ مولانا حمید الدین صاحب بی۔ اے کے نام	حیدر آباد	۱۸مارچ ۱۹۰۵ء
۱۷۶۔ مولانا حمید الدین صاحب بی۔ اے کے نام	حیدر آباد	۵اپریل ۱۹۰۵ء
۱۷۷۔ مولانا حمید الدین صاحب بی۔ اے کے نام	حیدر آباد	۳جون ۱۹۰۵ء
۱۷۸۔ مولانا حمید الدین صاحب بی۔ اے کے نام	حیدر آباد	۳ستمبر ۱۹۰۵ء
۱۷۹۔ مولانا حمید الدین صاحب بی۔ اے کے نام	حیدر آباد	۱۶اکتوبر ۱۹۰۵ء
۱۸۰۔ مولانا حمید الدین صاحب بی۔ اے کے نام	حیدر آباد	۲نومبر ۱۹۰۵ء
۱۸۱۔ مولانا حمید الدین صاحب بی۔ اے کے نام	حیدر آباد	۱۴اپریل ۱۹۰۶ء
۱۸۲۔ مولانا حمید الدین صاحب بی۔ اے کے نام	حیدر آباد	۴اگست ۱۹۰۶ء
۱۸۳۔ مولانا حمید الدین صاحب بی۔ اے کے نام	حیدر آباد	۲۳اکتوبر ۱۹۰۶ء
۱۸۴۔ مولانا حمید الدین صاحب بی۔ اے کے نام	حیدر آباد	۱۲دسمبر ۱۹۰۶ء
۱۸۵۔ مولانا حمید الدین صاحب بی۔ اے کے نام	حیدر آباد	۱۸اپریل ۱۹۰۷ء
۱۸۶۔ مولانا حمید الدین صاحب بی۔ اے کے نام	حیدر آباد	۱۱اگست ۱۹۰۷ء
۱۸۷۔ مولانا حمید الدین صاحب بی۔ اے کے نام	حیدر آباد	۲۴فروری ۱۹۰۸ء
۱۸۸۔ مولانا حمید الدین صاحب بی۔ اے کے نام	حیدر آباد	۱۲مارچ ۱۹۰۸ء
۱۸۹۔ مولانا حمید الدین صاحب بی۔ اے کے نام	حیدر آباد	۲۷اگست ۱۹۰۸ء
۱۹۰۔ مولانا حمید الدین صاحب بی۔ اے کے نام	حیدر آباد	۸ستمبر ۱۹۰۸ء
۱۹۱۔ مولانا حمید الدین صاحب بی۔ اے کے نام	حیدر آباد	۶نومبر ۱۹۰۸ء
۱۹۲۔ مولانا حمید الدین صاحب بی۔ اے کے نام	حیدر آباد	۱۴نومبر ۱۹۰۸ء
۱۹۳۔ مولانا حمید الدین صاحب بی۔ اے کے نام	حیدر آباد	۲۷اگست ۱۹۰۹ء
۱۹۴۔ مولانا حمید الدین صاحب بی۔ اے کے نام	حیدر آباد	۹جنوری ۱۹۱۰ء

۱۹۵۔ مولانا حمید الدین صاحب بی۔ اے کے نام	حیدر آباد	۱۸ جنوری ۱۹۱۰ء
۱۹۶۔ مولانا حمید الدین صاحب بی۔ اے کے نام	حیدر آباد	۱۱ اپریل ۱۹۱۰ء
۱۹۷۔ مولانا حمید الدین صاحب بی۔ اے کے نام	حیدر آباد	۲۹ اپریل ۱۹۱۰ء
۱۹۸۔ مولانا حمید الدین صاحب بی۔ اے کے نام	حیدر آباد	۱۲ اپریل ۱۹۱۱ء
۱۹۹۔ مولانا حمید الدین صاحب بی۔ اے کے نام	حیدر آباد	۲۸ دسمبر ۱۹۱۱ء
۲۰۰۔ مولانا حمید الدین صاحب بی۔ اے کے نام	حیدر آباد	۲۴ دسمبر ۱۹۱۱ء
۲۰۱۔ مولانا حمید الدین صاحب بی۔ اے کے نام	حیدر آباد	۲ جنوری ۱۹۱۲ء
۲۰۲۔ مولانا حمید الدین صاحب بی۔ اے کے نام	حیدر آباد	۸ فروری ۱۹۱۲ء
۲۰۳۔ مولانا حمید الدین صاحب بی۔ اے کے نام	حیدر آباد	۲۶ اکتوبر ۱۹۱۲ء

ایس ایم اکرام شبلی کے خطوط تحریر کرنے کے متعلق یوں تحریر کرتے ہیں:

> "شبلی اس عالمِ سرخوشی مستغرق تھے کہ انہیں مجبوراً ندوہ کے ضروری کاموں کے لیے بمبئی کو الوداع کہنا پڑا۔ لیکن اب انہوں نے وہ روابط جو بمبئی میں قائم ہو گئے تھے، برقرار رکھے اور لکھنؤ پہنچتے ہی عطیہ اور زہرا کو خطوط لکھے۔ ان خطوط کا سلسلہ ۱۷ فروری ۱۹۰۸ء سے شروع ہوا اور ایک طرف سے محبت اور عقیدت اور دوسری طرف سے ادب و احترام کے جو بیج بوئے گئے تھے، وہ جڑ پکڑتے گئے۔"(۱)

آزاد کے خطوط فنِ انشاء پردازی کا اہم نمونہ تھے۔ آزاد کی ادبیت، زورِ بیان اور تخّیل کی کرشمہ سازی اس رنگ کی تھی کہ دوسروں کے لیے اس میدان میں قدم رکھنا آسان کام نہ تھا۔ ان کی نثر بھی شعر کی طرح تھی۔ وہ ہر بات کو تشبیہ و استعارہ کے پیرایہ میں اس انداز سے بیان کرتے کہ دوسروں کے لیے یہ اندازِ بیان اپنانا مشکل نظر آتا تھا بلکہ حیران رہ جاتے۔ سید صباح الدین عبد الرحمن آپ کے خطوط کے متعلق یوں تحریر کرتے ہیں:

> ان کے مکاتیب بھی مکاتیبِ شبلی کے نام سے دو جلدوں میں شائع کیے،(۲)

ایس ایم اکرام خطوطِ شبلی کے متعلق یوں تحریر کرتے ہیں:

> "خطوطِ شبلی مشرقی ادب میں ایک بالکل انوکھی چیز ہے۔ بظاہر تو یہ چند صفحات کا ایک مختصر رسالہ ہے۔ لیکن ان چند صفحوں میں ہی ایک مکمل ڈرامہ آگیا ہے۔ (اور اس انداز سے کہ اس میں آورد اور تصنّع کا شائبہ نہیں، ان خطوط میں آپ دیکھتے ہیں کہ ایک ندی ہے، جو پہاڑی چشموں سے پھوٹتی ہے۔ پہلے گلزاروں اور مرغزاروں کی سیر کرتی ہے پھیلتی ہے اور تیز تر اور تُند تر ہوتی جاتی ہے۔ پھر آہستہ آہستہ مایوسی اور سرد مہری کے صحرا میں جا کر آنکھ سے نہاں ہو جاتی ہے۔"(۳)

معین الدین احمد انصاری مکتوب شبلی کے متعلق اپنے خیالات کا اظہار یوں کرتے ہیں:

''مولانا شبلی کے مکتوبات کی خصوصیت یہ ہے کہ ان کے خطوط میں غالب کے خطوط کی سی شگفتگی ہے۔ بعض خطوں میں مکالموں کا بھی وہی انداز ہے جو غالب کے بعض خطوط میں پایا جاتا ہے۔ ان کے مکاتیب میں سرسید کی طرح قوم اور مذہب سے محبت کا شدید جذبہ ہے۔ اقبال کے خطوط میں جس طرح علمی مسائل پر گفتگو اور مختلف مشاغل کا حال ہوا کرتا تھا وہی بات شبلی کے مکاتیب میں ہے۔ ابوالکلام سے تو شبلی کو بڑی ہی مناسبت ہے۔ ان دونوں کے خطوط ان کی طبیعتوں کو واضح طور پر پیش کرتے ہیں۔ دونوں کی طبیعت انفرادیت پسند ہے۔ خودشناسی کا جذبہ دونوں کے پاس ہے۔ اس لیے دوسروں کو ذرا کم ہی خاطر میں لاتے ہیں۔ انانیت دونوں میں ملتی ہے لیکن مایوسی اور محرومی کی ملاوٹ کے ساتھ۔ مذہب کے معاملے میں دونوں کے پاس عقل کا دخل ہے لیکن آزاد جذبات کو غالب ہونے کی اجازت نہیں دیتے اور شبلی بعض دفعہ جذبات کی رو میں بہہ جاتے ہیں۔ ان دونوں کے خیالات سے اتفاق رکھنے والے اور ان کے مزاج کو سمجھنے والے ذرا مشکل ہی سے ملتے ہیں لیکن شبلی نے آزاد کو سمجھا اور ان کی قدر کی۔ آزاد نے شبلی کو مانا اور ان کی عزت کی۔ غرض ان کے خطوط ان کی شخصیت کا صحیح پر تو ہیں۔'' (۴)

اُردو مکتوب نگاری میں غالب کے بعد شبلی نے بلند تر ادبی اور ذہنی صلاحیتوں اور قابلیت سے کام لیا ہے۔ ادب و زبان کے لحاظ سے شبلی کے مکاتیب ایک خاص اہمیت کے حامل ہیں اور پڑھنے والے کے ذہن کے مطابق ہیں اور ایک عام قاری بھی ان کو سمجھ لیتا ہے۔ ج نازک احساسات و جذبات کو ظاہر کرنے میں خطوط کو وسیلہ بنانے میں شاید شبلی پہلے مکتوب نگار ہیں۔

شبلی نے اپنے مکتوب میں ایجاز کو اپنایا اور مختصر مکتوب تحریر کئے ہیں۔ یہ خطوط ان کے طرزِ تحریر کا بلند ترین نمونہ ہیں۔ ''مکاتیب شبلی'' میں ادبی و علمی نکات ملتے ہیں۔ خطوط شبلی کا جو مجموعہ منظر عام پر آیا ہے اس سے شبلی کے ذہن اور زندگی میں رومان کے پہلو بھی ظاہر ہو گئے ہیں جن کا سراغ کسی اور جگہ ممکن نہیں۔ شیخ محمد اکرام نے شبلی رومانوی خطوط کا بانی قرار دیا ہے۔ یہ کسی حد تک درست ہے کیونکہ انہی خطوط سے اُردو کی عشقیہ خطوط نویسی کی ابتدا ہوئی ہے خطوطِ شبلی میں عطیہ بیگم اور زہرا بیگم دونوں کے نام خطوط ہیں۔ مولانا شبلی نعمانی کی زندگی دو پہلوؤں میں منقسم ہے۔

''شبلی نعمانی کی خطوط نگاری ان کے رومانی اسلوب کی آئینہ دار ہے ۔ یہ خطوط ان کی جذباتی وارفتگی کو بھی پوری طرح منعکس کرتے ہیں، اردو خطوط نگاروں میں غالب کے بعد شبلی کو ایک بلند مرتبہ حاصل ہے۔ شبلی کے خطوط ہر چند مقصد کی دوڑ میں لپٹے ہوئے ہیں، لیکن ان کے ہاں مقصد کی تکمیل جذباتی آسودگی ہی کا عنوان ہے۔۔۔ وہ اپنے خطوط میں مجسم مسرت وانبساط نظر آتے ہیں اور اچھی کتاب ،اچھا لطیفہ اور خوب جملہ ان کی رگوں میں خون کی گردش کر دیتا ہے''(۵)

سلیمان ندوی آپ کے خطوط کی خصوصیات کے متعلق تحریر کرتے ہیں:

"مولانا خاص حالتوں کے سوا لکھنے میں پہل کم کرتے تھے، لیکن ملک کے سب سے بڑے متجمع؟ صفاتِ کمالیہ انسانی یعنی سالار جنگ اعظم کی طرح واپسی ڈاک جواب دینے کے عادی تھے۔ جس روز ڈاک میں مولانا کا خط ملتا تھا، اس کا پڑھنا پڑھانا میرے لیے ایک ایسا عیش ہوتا تھا جسے کبھی نہیں بھولوں گا۔ سوادِ خط اتنا پیارا ہوتا تھا کہ میں نے عمدہ سے عمدہ ولایتی کاغذ اور لفافے بہم پہنچائے کہ تحریر کے حسنِ ظاہری کی چمک دمک کچھ اور بڑھ جائے، لیکن طبیعت اس کی پابند نہیں رہتی تھی۔ کبھی کارڈ پر ٹالتے تھے کبھی اس طرح لکھتے تھے کہ کاغذ اور لفافہ، تاہم میرے پاس بعض خطوط ایسے محفوظ ہیں جو اس لائق ہیں کہ ان کی عکسی ہاف ٹون کاپیاں لی جائیں۔ حُسن کہیں ہو، کسی حیثیت سے ہو فطرت کا وہ پاکیزہ مظہر ہے جس سے حافظ کی شراب معرفت کی طرح قطع نظر نہیں کی جاسکتی، مولانا ادبی حیثیت سے اس کا نہایت صحیح مذاق رکھتے تھے، عالمانہ سنجیدگی کے ساتھ اُن کی حکیمانہ شوخیاں سرمایہ ٔادب ہوتی تھیں۔ مولانا نہایت خوش ترتیب تھے، اونچے طبقے کی سوسائٹی میں بہت مانگ رہتی تھی جہاں وہ کہیں سے بیگانہ نہیں ہوتے تھے۔ ملک کی بعض لیڈیاں نہایت شائستہ قابل اور مولانا کے مذاق ادب کی دلدادہ تھیں، ان کو کبھی خط لکھتے تھے تو اس طرح جیسے سرکاری گزٹ! بہت ہوا "دعائیں" لکھ دیں، ایک کو لکھا کہ "کچھ نہیں" میں نے عرض کیا، مولانا مقصود بالذات تو وہی تھی یہاں بھی امتیاز رہا۔ سُن کر پھڑک گئے اور میرے انتقالِ ذہن سے خوش ہوتے رہے۔ اسی طرح ایک رئیس نے جن کی بیوی نہایت حسین تھیں، مولانا سے پوچھا، جنسِ لطیف میں کن کن اوصاف کی ضرورت ہے؟ مولانا نے کہا اُسے صرف حسین ہونا چاہیے، اس فقرے کا میاں بیوی پر جو اثر ہوا تھا، آج تک سماں آنکھوں میں ہے۔ بہر حال خطوں میں نسبتاً کم کھلتے تھے، لیکن مجھ پر خاص عنایت تھی، اس لیے راز نہیں رکھتے تھے، تاہم تصریحات کی جگہ آپ دیکھیں گے چشمِ سخن صرف اشاروں سے کام لیتی ہے میں اس لطف کو کھونا نہیں چاہتا، اور یہی وجہ ہے کہ بعض مقامات پر تصریح طلب نکتوں کی بے نقابی میں نے جائز نہیں رکھی، میرا خیال ہے آفتابِ علم کی ضیاء یک طرفہ (خطوط) ان کی مستقل تصنیفات کے مقابلہ میں نسبتاً کم دلچسپ نہیں ہے۔" (۶)

ایس ایم اکرم مکاتیب کے متعلق یوں تحریر کرتے ہیں:

"مکاتیب شبلی میں آزاد کے نام کے جو خطوط ہیں، ان سے اس کا تھوڑا بہت اندازہ ہو جاتا ہے، لیکن اس مجموعے میں ۱۹۰۷ء تا ۱۹۰۸ء کا کوئی خط نہیں۔ اس کمی کی تلافی ایک حد تک ان خطوں سے ہو جاتی ہے، جو مولانا شبلی اور آزاد نے اس زمانے میں خواجہ حسن نظامی کو لکھے۔ اور اتالیق خطوط نویسی (نامی مسلمانوں کے خطوط) میں شائع ہو گئے ہیں۔" (۷)

ڈاکٹر نظیر حسنین زیدی، مولانا شبلی کے متعلق یوں خیالات کا اظہار کرتے ہیں:

"اُردو میں اُن کے خطوط برنگ شفق آسمان ادب پر چمکے اور اپنی رنگارنگی بو قلمونیوں سے تضاد کا رنگ جھلکتا دکھائی دینے لگا کسی نے اُن کے خطوط کو قومی اعمالنامہ کہا۔ کسی نے اُن کے خطوط میں قوم کی زندگی کے لیے تڑپ پائی، میں سمجھتا ہوں کہ قومی اعمالنامہ تو سرسید کے خطوط ہیں۔ البتہ شبلی کے خطوط سرسید کا محاسبہ ہیں۔ ان کے خطوط میں تضاد کی بڑی وجہ خود ان کی اندازِ طبع تھی وہ کام کی تڑپ رکھتے تھے۔ لیکن علی گڑھ کو جب سراسر مغربی رنگ میں ڈوبتے دیکھا اور اپنے مشرقی علوم سے کنارہ کشی کرتے دیکھا تو علی گڑھ میں رہنا گوارانہ کر سکے۔ ندوۃ العلماء کو انگریزی تعلیم دلانا چاہتے لیکن یہاں قدامت پسندی نے اپنے پنجے اس طرح گاڑ رکھے تھے کہ شبلی کی کچھ نہ چل سکی اور تڑپ کر رہ گئے اُنھوں نے چند تمناؤں اور آرزؤں کے ساتھ ندوۃ العلماء کے قیام میں حصہ لیا تھا۔ وہ امیدیں قدامت پسند علماء نے پوری نہ ہونے دیں۔ دراصل شبلی مفاہمت چاہتے تھے لیکن شبلی اس مشن میں کامیاب نہ ہو سکے" (۸)

یہی وجہ ہے کہ مولانا شبلی کی انشاء پردازی میں زندگی سے مایوسیوں کے آثار دکھائی دیتے ہیں۔ شبلی نعمانی کے وہ خطوط جو انہوں نے عطیہ بیگم کے نام لکھے ہیں، اُن میں اُن کے ادبی جوہر، دلی تاثرات و احساسات کا اظہار ہوتا ہے۔ عطیہ کے جو خطوط ان کے نام آتے تھے، انھیں چھپانے کی وہ بہت کوشش نہ کرتے تھے بلکہ ان کے اقتباسات دُور دُور بھیجتے تھے۔ ۹ جون ۱۹۰۹ء کے ایک خط میں اُسے لکھتے ہیں:

"اب تو تمہارے خطوط ایسے ہوتے ہیں کہ احباب کو مزے لے لے کر سُناتا ہوں اور لوگ سر دھنتے ہیں۔ پالی ٹیکس کے متعلق تمہارے پچھلے خط کے اقتباسات (کوٹیشن) میں نے حیدر آباد اور الہ آباد بھیجے۔" (۹)

مولانا شبلی رنگارنگ صفات کے مالک تھے۔ وہ رومانیت پسند تھے جو ان کی تصنیف شعر العجم اور عطیہ بیگم کے نام خطوط میں جھلکتی ہے۔ ان کے خطوط ملکی قومی، مذہبی اور اصلاحی خیالات کا ایک بہت بڑا سرمایہ ہیں۔ مولانا نے اپنے اُردو خطوط کو اتنی اہمیت نہ دی جتنی فارسی خطوط کو وہ دیتے تھے۔ اسی لیے انہیں فارسی خطوط بہت عزیز تھے اور اُن کو سنبھال کر بھی رکھتے تھے۔ مولانا کی تحریر صاف و شفاف حشو و زوائد سے پاک تھی۔ وہ لکھنے میں پہل کم کرتے تھے لیکن ادبی اعتبار سے پاکیزگی حسن کا خاص خیال رکھتے تھے۔ کہیں کہیں تشریحی انداز میں اس طرح لکھتے تھے جیسے سرکاری گزٹ اور کبھی اتنا مختصر لکھتے کہ صرف ہاں یا نہ پر جواب ہوتا۔ آداب اور القاب نظر انداز کر دیتے تھے۔ خطوط کا جواب پابندی سے دیتے تھے۔ لوگوں سے اُن کے ذوق اور مرتبہ کے مطابق گفتگو کرتے تھے۔ ڈاکٹر نظیر حسنین زیدی اپنے خیالات کو یوں درج کرتے ہیں:

"وہ خطوط جو شبلی کے علمی نقوش کے پس منظر ہو سکتے ہیں، وہ مولوی حبیب الرحمان، پروفیسر عبدالقادر، حمید الدین، عبدالماجد اور مہدی الافادی کے نام ہیں، جن کی علمی خوشبوؤں سے دماغ معطر ہو جائے لیکن وہ خطوط جو شبلی کے نفسیاتی پس منظر کو پیش کریں، جو اُن کے احساس جمال کی نازک خیالیاں ہم پر آشکارا کریں جو شبلی کے روانی طبع کے دھارے کا رُخ بتائیں۔ وہ صرف

مخصوص خطوط ہیں جو بقول ڈاکٹر خورشید خاصہ کی چیز ہیں۔ جن کی خاطر شبلی کو مطعون کیا گیا اور ان کی زندگی پر تنقید کرنے والے اگر یہ کہتے ہیں کہ شبلی نے سر سید ہی سے کسب کمال کیا تو اس میں کوئی مبالغہ نہیں۔ لیکن یہ عرض کیے بغیر چارہ نہیں کہ انہوں نے ہی سر سید سے وہ کسبِ فیض حاصل کیا جو اچھے اچھے نہ کر سکے۔ اُن کے مزاج کی بو قلمونی نے راجپوتی خون اور اسلامی رنگ کے امتزاج کو ظاہر کر دیا۔ شبلی کی انشاء پر دازی نے خطوط میں اپنی جدت پسندی کو قائم رکھا۔ اور جہاں موقع مل گیا وہاں قلم کی جولانی پھر کسی سے نہ رک سکی، اگر مایوسیاں شبلی کے آڑے نہ آتیں تو کوئی تعجب کی بات نہیں کہ وہ مولانا آزاد کی راہ اختیار کر لیتے وہ زاہد خشک نہ تھے۔ لیکن ندوۃ العلماء نے ان پر اعتراضات کیے اور آزاد طبع کہا۔ البتہ شبلی کی راہ کانٹوں کی راہ تھی نکالتے رہے لیکن دل کا کانٹا نہ نکل سکا۔ اور لوگوں کے طعن و تشنیع سے وہ مایوس ہو کر اعظم گڑھ میں مقیم ہو گئے۔ ان کا راجپوتی رنگ قلم کے تیغ بُراں کی صورت میں چمکا اور علی گڑھ کے ماحول اور سر سید کے فیضانِ نظر نے اُن کے محدود علمی دائرہ کو وسعت قلب بخشی تھی۔ اسی لیے وہ ہر اُس چیز کے قدر دان تھے جس میں اُن کو حسن ملے۔" (۱۰)

شبلی کے قلم کی روانی نے ادب میں نئے پہلو پیدا کر دیئے اور یہی جولانیاں ان کے خطوط میں بھی دیکھی جا سکتی ہیں۔ مولانا شبلی خطوط کے جواب پابندی سے دیتے۔ اس بارے مولانا سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ "مکاتیب شبلی حصّہ اول" کے دیباچہ میں لکھتے ہیں:

"خطوط کے جواب پابندی کے ساتھ اور نہایت جلد بلکہ اسی دن لکھتے تھے۔ اکثر ایسا ہوا ہے کہ خط لکھا اور آتے جاتے کا حساب لگا کر جو دن مقرر کیا، اسی دن جواب آگیا۔ بیماری تک میں وہ وضع داری کو نباہتے تھے۔ بہت مجبور ہوتے تو دوسروں سے لکھا دیتے۔ چنانچہ مکاتیب کی دونوں جلدوں میں اس قسم کے خطوط ملیں گے۔" (۱۱)

سر سید کا دور منفرد بے تکلف اندازِ بیان کا دور ہے۔ طرزِ بیان میں اگر لطافت کہیں ظاہر ہوئی ہے تو وہ شبلی کے مکاتیب ہیں۔ شبلی کے خطوط مختصر ہوتے ہیں۔ اختصار شبلی کی خوبی ہے مگر جو ایجاز ان کے خطوط میں ہے اس کو جان ایجاز ہی کہا جا سکتا ہے۔ بقول سید سلیمان ندوی:

"نہایت مختصر لکھتے تھے کبھی کبھی صرف ہاں، ناں پر اکتفا کرتے تھے، مفصل اور طویل سوالوں کا جواب بھی ایک دو فقروں میں دیتے تھے، اس قسم کے سینکڑوں خطوط میرے پاس ہیں، لیکن میں نے ان کو قصداً اس مجموعہ میں شامل نہیں کیا، میری مرحوم بیوی (خدا اس کو غریقِ رحمت کرے) مولانا کے خط کو (تار) کہتی تھی۔" (۱۲)

شبلی کے خطوط محض وقت گزاری نہیں ہیں بلکہ ان کا ہر خط با مقصد ہے۔ اور اس میں دوسروں کے لیے ایک قسم کا پیغام ہے۔ شبلی کے خطوط سے محسوس ہوتا ہے کہ وقت کی اہمیت سے واقف ہیں۔ وہ زندگی کے اس قیمتی وقت کو بہت اہمیت دیتے ہیں۔

اور اس کا مصرف کرنے کا انداز بھی اچھا ہے۔ ان کے نزدیک زندگی کا ایک پل بھی رائیگاں نہیں۔ اسی لیے ان کے مکتوب کا کوئی لفظ بغیر ضرورت اور بے کار کے نہیں۔ اور وہ اس اصول پر عمل کرتے ہیں کہ اگر زندگی میں بڑے آدمی بننا چاہتے ہو تو ایک لمحہ بھی ضائع نہ کرو۔ ہر لفظ تلا، جچا اور ضروری ہوتا ہے مگر پُر تاثیر۔ ان کے چھوٹے سے چھوٹے خط سے بھی ایسی تسکین ملتی ہے۔ جیسے کسی نے کوئی دلچسپ داستان پڑھ ڈالی ہے۔ ایک ہی مصرعے سے، ایک ہی چبھتے فقرے سے، ایک ہی استعارے یا ترکیب سے، ایک ہی طنزیہ چھیڑ سے ان کا خط لذتوں سے لبریز ہو جاتا ہے۔

شبلی کے خطوط سب کچھ کہتے ہیں، لیکن ان کی اپنی ذات کچھ پوشیدہ ہی رہتی ہے۔ شبلی کے خطوں میں جذباتیت ہے، مگر اختصار کی بدولت ان کی جذباتیت ناگوار اور بُری نہیں لگتی۔ ان کے خطوں میں زور اختلاطی کا رنگ بلکہ مکتوب الیہ سے ایک فاصلہ ہوتا ہے۔ شبلی کے خطوط میں شفقت، اپنائیت اور محبت کا رنگ ہے لیکن بالادستی یہاں پر بھی ہے۔ ان کے عام خطوط تنظیمی و علمی موضوعات پر ہیں۔ ان خطوط میں خصوصیت زیادہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی بالادستیاں بھی اچھی لگتی ہیں۔ ان کے خطوط میں مکتوب الیہ کو زیادہ اہمیت دی گئی ہے ۔ اس لیے عام انداز میں قاری کو ان کے خط پڑھ کر انسانی رفاقتوں کی خوشیاں ذرا کم ہی حاصل ہوتی ہیں۔ وہی مصنف کامیاب ہوتا ہے جو قاری کے ذوق و شوق کو مدِ نظر رکھتا ہے اسی لیے آپؒ مخاطب کے ذوق کے تقاضوں کو مدِ نظر رکھتے ہیں۔ بعض اوقات خط میں مکتوب الیہ کے لیے تلخی محسوس نہیں ہوتی بلکہ اُس کے لیے خوشی و شادمانی کا باعث ہو جاتی ہے۔ شبلی کی طبیعت میں جوش، جذبے، حسن سے متاثر ہونے اور عشق سے دلچسپی کی کمی نہیں۔ اس لیے ان کے خطوط رنگین بھی ہیں اور دلکش بھی۔

مولانا شبلی کے حالات زندگی اور مختلف واقعات ان کے مکتوب میں تحریری صورت میں تاریخ کا حصہ ہیں۔ شبلی کا مورخ یا نقاد والا روپ دماغ اور عقل سے وابستہ ہے۔ ان کی علمیت پر فلسفہ اور فکر طاری ہو جاتا ہے لیکن خطوط میں خاص طور پر ذاتی اور نجی خطوط میں ان میں دل اور جذبات غالب ہیں۔ جذبات کا اظہار آزادانہ اور بے باکانہ ہے جو صداقت پر مبنی ہوتے ہیں، تکلف بر طرف ہو جاتا ہے مکاتیب شبلی میں ان کی علمی و ادبی اور رومانوی زندگی کے نشیب و فراز موجود ہیں ۔ ظفر الدین ”شبلی کی شخصیت، خطوط کے آئینے میں“ میں لکھتے ہیں:

> ”شبلی کے خطوط ہمارا قومی اعمالنامہ ہیں۔ ان میں شبلی کی خانگی زندگی نمایاں نہیں ہے لیکن پس پردہ جلووں کی ایسی کمی بھی نہیں ہے۔ بہر حال ان خطوط میں ندوہ کے نقوش ہیں، سیرت پر مکالمات ہیں، شعر العجم کے مباحث پر گفتگو ہے، نادر کتابوں کی دریافت پر خوشی کا اظہار ہے، تبصرے ہیں، تنقیدی اشارات ہیں، دوستوں کی سرگوشیاں ہیں، عزیزوں کی سفارش ہے اپنی عظمت کا شعور ہے اور وہ لطائف ہیں جو روح اور بدن کو سرشار کیے بغیر حاصل نہیں ہوتے۔“(۱۳)

خطوطِ شبلی کا دیباچہ مولوی عبد الحق نے تحریر کیا تھا۔ جس طرح مولانا شبلی نے اپنی قلم کی روانی سے ادب میں نئے نئے گوشے اور پہلو پیدا کیے اسی طرح ان کی قلم کی جولانیاں ان کے مکتوبات میں بھی جھلکتی ہیں۔ وہ رومانیت پسند تھے۔ ان کی یہ

خصوصیت عطیہ بیگم کے نام لکھے گئے مکتوب میں ملتی ہے۔ اور وہ عورتوں کا بہت زیادہ احترام کرتے تھے جیسا کہ وہ اپنے ایک خطوط میں تحریر کرتے ہیں:

"عطیہ! تم کو معلوم ہو گا کہ فرانس میں سب سے پہلے اکاڈیمی ایک لیڈی نے قائم کی تھی۔ تم کو یہ موقع ہے، خود علمی مذاق ہے اور اہلِ مذاق بمبئی میں جمع ہو سکتے ہیں۔" (۱۴)

مولانا شبلی رنگا رنگ صفات کے مالک تھے۔ انہوں نے مکتوب میں بھی اپنی جدت پسندی کو قائم رکھا۔ مولانا شبلی کے مکتوبات میں تنقید کے نمونے بھی ملتے ہیں۔ ملکی و قومی مسائل کا ذکر بھی، اصلاحی اور علمی مشورے بھی نظر آتے ہیں۔ ان میں علمی مسائل پر گفتگو اور مختلف مشاغل کا حال بھی ہے۔ مولانا شبلی نعمانی کے مکتوبات علمی اور ادبی رویوں کے حامل ہیں۔

حوالہ جات

1. ایس ایم اکرام: "یادگارِ شبلی"،لاہور: ادارہ ثقافت اسلامیہ، ۱۹۹۴ء، ص۳۴۳
2. سید صباح الدین عبد الرحمن: "نقوش شخصیات نمبر"لاہور: ادارہ فروغ اردو، جنوری ۱۹۵۵ ء، ص ۲۵
3. ایس ایم اکرام: "یادگارِ شبلی"، ص۳۴۴
4. معین الدین انصاری: "تحقیقی مقالے" پٹنہ: پاکستان کتاب گھر، ۱۹۸۶ء، ص ۱۴۰
5. ڈاکٹر انور سدید: "اردو ادب کی مختصر تاریخ"،لاہور: عزیز بک ڈپو، ۲۰۰۶ء، ص ۳۰۷
6. سید سلیمان ندوی: "حیاتِ شبلی" اعظم گڑھ: دارالمصنفین، ۱۹۷۶ء، ص ۳۴۲-۳۴۱
7. ایس ایم اکرام: "یادگارِ شبلی"، ص۳۹۱
8. ڈاکٹر نظیر حسنین زیدی: "مکتوب نگاری کا ارتقاء"لاہور: پاکستان پبلی کیشنز، ۱۹۹۸ء، ص ۱۹۵
9. ایس ایم اکرام: "یادگارِ شبلی"، ص۳۴۳
10. ڈاکٹر نظیر حسنین زیدی: "مکتوب نگاری کا ارتقاء" ص ۱۹۸
11. سید سلیمان ندوی: (مرتب) "مکاتیب شبلی (حصہ اول)" اعظم گڑھ: مطبع معارف، ۱۹۶۶ء، ص ۵
12. سید سلیمان ندوی": حیاتِ شبلی"، ص ۲۴۷
13. ظفر الدین "شبلی کی شخصیت خطوط کے آئینہ میں" اعظم گڑھ: مطبع معارف، ۱۹۷۵ء، ص ۱۴۷
14. ایس ایم اکرام: "یادگارِ شبلی"، ص۳۴۸